© rasailojaraid.com

ضبط و ترتیب : ادارۃ الحق

احساس ذمّہ داری

یہ خطاب حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ نے ۱۲ ربیع الاوّل ۹ مئی کو بعد از نماز عشاء انجمن تعلیم الاسلام کے زیر اہتمام سہ روزہ سیرت کانفرنس اسلام آباد کی افتتاحی نشست میں فرمایا۔ اس نشست کی صدارت مرکزی وزیر اطلاعات و قومی امور نوابزادہ جنرل شیر علی خان صاحب نے فرمائی۔ حاضرین کی اکثریت مرکزی حکومت کے ملازمین پر مشتمل تھی۔ اسی مناسبت سے تقریر کا زیادہ تعلق احساس امانت اور ذمہ داری کی ادائیگی سے رہا۔ (ادارہ)

★

خطبہ مسنونہ کے بعد لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ وقال اللہ تعالیٰ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفر لکم ذنوبکم۔

صدر محترم علماء کرام و معزز حاضرین ! آپ حضرات کا زیادہ وقت نہیں لوں گا۔ رات زیادہ گذر چکی ہے۔ اور اس سے پہلے جنرل شیر علی خاں صاحب سیرت پر اپنے پاکیزہ خیالات کا اظہار فرما چکے ہیں۔ مزید کچھ زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں اور حضور اقدس کی شان اعلیٰ اور سیرت طیبہ کے لئے تو تمام عمر بھی ناکافی ہے۔ حضرت عائشہؓ سے کسی نے پوچھا کہ حضورؐ کے اخلاق بیان فرمائیں۔ تو آپ نے فرمایا : وکان خلقہ القرآن۔ حضورؐ کے اخلاق کا تو سارا قرآن کریم ہی بیان ہے۔ قرآن کے عجائبات تو قیامت تک ختم نہیں ہوتے، تو حضورؐ کی زندگی کا ایک ہی شعبہ جو اخلاق ہیں قیامت تک اسکی تشریح اور تفصیل ختم نہیں ہوسکتی۔ ادارہ تعلیم الاسلام کو اللہ تعالیٰ اجر دے کہ اس نے آپ کو یہاں جمع ہونے اور حضورؐ کی سیرت، سنت، اخلاق و عادات کا کچھ حصہ سننے کا موقع مہیا کیا۔ حضور اقدس کو اپنی امت کی بے حد فکر تھی امت کے لئے آپ نے بڑی مشقتیں اٹھائیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ام المؤمنین عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک رات حضور تشریف لائے ذرا سا بستر پر لیٹے مگر پھر جلد اٹھے صبح تک نماز میں کھڑے رہے اور صرف ایک ہی آیت بار بار دہراتے رہے اور روتے رہے۔

ان تعذبھم فانھم عبادك وان تغفرلھم فانك غفور الرحیم۔ "اے اللہ اگر میری اس امت کو آپ سزا دیدیں تو تیرے ہی بندے ہیں۔ مجرم ہیں اس کے لائق ہیں مگر تیرے ہی در کے بغیر ان کا آسرا دوسرا نہیں۔ تو جیسے چاہے ان کے بارہ میں تجھے حق ہے۔ لیکن اگر تو انہیں بخشدے تو تو مہربان اور بخشنے والی ذات ہے۔"

حضورؐ کی اس فکر، مشقت اور دعاؤں کا نتیجہ امت کے حق میں ہر دور میں ظاہر ہوتا رہا۔ مسلمانوں کے اندر اللہ تعالیٰ ہر دور میں مجدد مبعوث فرماتا رہا اور پہلے مجدد جو گذرے ہیں سیدنا عمر بن عبدالعزیزؒ ان کی حالت خلافت سے قبل یہ تھی کہ بڑے بڑے رؤساء اور امراء دھوبی کی منت سماجت کرتے تھے کہ جس مٹکے میں عمر بن عبدالعزیزؒ کے کپڑے دھوتے جائیں ان میں ہمارے کپڑے بھی شامل کر دئیے جائیں تاکہ وہ نایاب اور بیش قیمت خوشبو جو ان کے کپڑوں میں ہوا کرتی ان کپڑوں میں بھی شامل ہو جائے۔ مختلف علاقوں کے حاکم رہے۔ عیش و آرام کی زندگی تھی خلیفہ بنے تو ان کی بیوی فاطمہ جو عبدالملک بن مروان کی بیٹی تھیں فرماتی ہیں کہ سارے دور خلافت میں انہیں غسل جنابت کی ضرورت نہ پڑی رات بھر نماز اور عبادت میں مشغول رہتے، روتے رہتے۔ بیوی نے شکایت کی کہ آپ کو سلطنت ملی تو رات بھر روتے ہیں۔ دن بھر فیصلوں میں گذار دیتے ہیں، تو فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے بغیر ترجمان کے پیش ہونا ہے۔ اور وہاں ہر شخص کو اپنے اعمال کا حساب دینا ہوگا۔ خداوند کریم قاضی ہوگا اور فیصلہ فرما دے گا۔ تو خداوند کریم مجھ سے پوچھیں گے کہ میں نے دنیا میں چند دن کے لئے تمہیں ایک امانت سپرد کی اپنے بندوں پر حکومت دی، پس کیا وجہ ہے کہ فلاں شخص کو علاج میسر نہ ہوا اس کو فلاں تکلیف کیوں پہنچی، جیل میں اسے بغیر جرم کے کیوں رکھا گیا۔ پس مجھے اس دن کے محاسبہ کے تصور نے بے چین کر دیا ہے اور دنیاوی لذائذ کی طرف توجہ ہی نہیں ہو سکتی۔ ان بزرگوں کو تو یہاں تک امانت اور ذمہ داری کی ادائیگی کا احساس ہوتا کہ فرماتے اگر دریائے فرات کے کنارے کسی بستی میں کسی خارش زدہ اونٹ کو دوائی نہ مل سکی تو عمر کو اس کے بارہ میں جوابدہ ہونا پڑے گا ـــــ کتنا اونچا مقام ہے۔

آج ہم کارل مارکس، لینن، اور ماؤزے تنگ کیطرف دیکھتے ہیں۔ یورپ کی شخصیتوں کو نمونہ بناتے ہیں۔ آئیے اور اپنے ان اکابر کی زندگی کو ذرا دیکھیں یہ لوگ کیسا سبق سکھا گئے ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

—— تو حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا کہ اللہ کے ہاں جب محاسبہ ہوگا تو کوئی چھڑانے والا نہ ہوگا۔ میرے اوپر جب اتنی نازک اور سخت ذمہ داری ہے تو اور باتوں کی فرصت کہاں۔

حضرت عمر رات کے وقت گھر سے نکل کر مدینہ کی گلیوں میں گھومتے پھرتے کہ رعایا کی کیا حالت ہے۔ ایک رات دیکھا کہ شہر سے باہر ایک بوڑھی عورت خیمہ سے باہر پریشان بیٹھی ہے اور کچھ پکار رہی ہے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا اس وقت کیا پکاتی ہے۔؟ کہا، کیوں۔؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا انسانی حقوق اور ہمدردی کے تقاضا سے آپ کا احوال پوچھتا ہوں تو اس نے بتلایا کہ میرے بچے بھوک سے بلک رہے ہیں۔ میں اس طرح خالی ہنڈیا کے نیچے آگ جلا کر انہیں بہلا رہی ہوں۔ کہ اسطرح انہیں کچھ تسلی ہو اور وہ سو جائیں اس بڑھیا نے کہا کہ مجھے حضرت عمرؓ سے ملنا ہے۔ اور قیامت کے دن اس سے باز پرس بھی کروں گی کہ میرے بچے بھوکے پھرتے رہے اور آپ نے ان کی فکر نہ کی۔

حضرت عمرؓ یہ سنکر کانپ گئے خوف خدا اور فکر محاسبہ سے لرز گئے اور فرمایا کہ اسے بڑھیا تو نے عمر کو اپنی حالت سنائی ہے۔ کہا نہیں۔ تو فرمایا کہ عالم الغیب تو فقط اللہ کی ذات ہے۔ اس میں عمرؓ بیچارے کا کیا گناہ ہے۔ پھر قیامت کے دن اس کے گلے میں کیوں پڑو گی۔ تو اس نے جواب میں کہا کہ جب وہ حاکم بنا بیٹھی ہے تو اس کا فرض ہے کہ ہماری حالت معلوم کرتا پھرے اور رعایا کی حالت دریافت کرتا رہے۔ اور اگر ایسا نہ کر سکے تو اُسے استعفار دینا چاہیے

حضرت عمرؓ گھر واپس ہوئے گھر سے کھانے پینے کی چیزیں خود اٹھائیں اور بڑھیا کے پاس روانہ ہوئے۔ حضرت اسلم نامی غلام ساتھ تھے انہوں نے بوجھ اٹھانا چاہا تو فرمایا کہ نہیں قیامت کے دن تجھ سے نہیں بلکہ مجھ سے حساب لیا جائے گا۔ اور مجھے جواب دینا ہوگا۔ تو جب ایسا ہو تو میں خود اپنی یہ خدمت پیش کر سکوں۔ یہ عمرؓ ہیں! جن سے قیصر و کسریٰ کانپتے تھے جن کے بارہ میں حضورؐ نے فرمایا کہ میرے بعد اگر نبی آسکتا تو عمرؓ نبی ہوتے۔ لیکن نبوت مجھ پر ختم ہے اور فرمایا کہ جس راستہ سے عمرؓ گذرتے ہیں شیطان وہاں سے بھاگ جاتا ہے۔ ایسی اونچی شخصیت تھے۔ بڑھیا کے پاس سامان لادے ہوئے پہنچے۔ سب کچھ پیش کر دیا۔ خود ہانڈی میں پڑھایا آگ جلاتے رہے۔ تو حضرت اسلم فرماتے ہیں کہ میں دیکھ رہا تھا کہ آگ کا دھواں حضرت عمر کی ڈاڑھی مبارک پر چھا رہا تھا مگر اس سے بے نیاز کھانا پکوایا، بچوں کو کھلایا اور نہایت خوش ہو کر دیکھتے رہے۔ اور فرمایا کہ میں نے ان یتیم بچوں کو روتے دیکھا ہے، لہذا اپنی آنکھوں سے ان کی ہنسی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خوشی اور کھیل کو بھی دیکھ لوں۔ اور خدا کی شان دیکھئے کہ اس بوڑھی سے بھی اللہ نے حضرت عمر کی اہلیت کی شہادت کہلوائی جس نے آخرت کے حساب کی دھمکی دی تھی۔ اس نے کہا کہ تو اس لائق ہے کہ تجھے خلیفہ بنایا جائے جو راتوں کو پھر پھر کر مصیبت زدہ رعایا پر شفقت کا ہاتھ رکھ سکے، تم ہی خلافت کے صحیح اہل ہو۔ حضرت عمر نے فرمایا کہ فکر مت کرنا، کل تم جب حضرت عمرؓ سے ملنے آؤ تو مجھے بھی وہاں پالو گی۔

الغرض ہر وقت یہ فکر دامنگیر تھا کہ خلافت اور حکومت کی ذمہ داری پر اللہ کے سامنے جواب دہ ہونا پڑے گا۔ بیت المال کا ایک اونٹ گم ہو گیا۔ سخت گرمی اور دوپہر کا وقت تھا۔ خود تلاش میں نکلے۔ لوگوں نے چاہا کہ ہم تلاش کر لیں۔ فرمایا یہ بیت المال کی امانت ہے اور مجھے خود اس کو تلاش کرنا ہے۔

دفتر کے کام میں رات کو چراغ کی روشنی میں مشغول ہیں ایک مہمان آیا تو چراغ بجھا دیا جانے لگا تو جلا دیا۔ اس نے شکوہ کیا کہ مجھے اندھیرے میں کیوں بٹھایا فرمایا کہ میں سرکاری کام کر رہا ہوں اور یہ تیل بھی بیت المال کا ہے۔ اور آپ کے ساتھ جو کام تھا وہ ذاتی نوعیت کا تھا۔ اس دوران جو تیل جلتا اس کا حساب اللہ کے سامنے دینا پڑتا۔ اس لئے آپ کے آتے ہی بجھا دیا اور اب سرکاری کام کے لئے دوبارہ جلا دیا۔

خود حضورؐ کی حالت کتنی عجیب تھی۔ ضعفاء اور غرباء کا بوجھ حکومت اور خلافت کی ذمہ داری سے پہلے بھی بڑھ چڑھ کر اٹھاتے رہے۔ ایک دفعہ مکہ معظمہ سے باہر نکلے ایک بڑھیا کو دیکھا جو لکڑیوں کا ایک بھاری گٹھڑ اٹھائے ہوئے ہے مگر اٹھا نہیں سکتی۔ حضورؐ نے یہ بوجھ اٹھایا اور اس کے مکان تک لے گئے۔ بڑھیا بڑی خوش تھی اور جاتے وقت کہا کہ ایک نصیحت کرتی ہوں کہ تم بے حد شریف اور رحمدل جوان ہو اس لئے یاد رکھنا کہ کہیں یہاں شہر کے ایک نوجوان کی باتوں میں نہ آجاؤ۔ جس نے نئے دین کی بنیاد رکھی ہے اس کے پاس بھی نہ جانا۔ آپ نے فرمایا وہ تو میں ہی ہوں۔ اس نے سنکر کہا اچھا وہ اتنا بلند اخلاق والا انسان ہے، فوراً ایمان لے آئی۔ یہ تھے سرورِ کائنات اور ان کے اخلاق عظیم۔ تو یہی حالت اس امت کے مجدد اوّل حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کی بھی تھی اور ہر کام میں یہی احساس غالب تھا کہ حضورؐ جب مدعی ہوں، اللہ تعالیٰ مطالب ہوں بندوں کے حقوق کا۔ تو مجھے کون بچا سکے گا خلافت کے بعد سب سے پہلے امراء و حکام کے نام جو حکم جاری کیا وہ یہی تھا کہ اگر میرے اقتدار کے زمانے میں حضورؐ کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایک سنت بھی زندہ ہو جائے اور اس کے بدلے امیر المومنین کا جسم ریزہ ریزہ ہو جائے تو عمر کامیاب ہے کہ اس کے زمانہ میں ایک سنت زندہ ہو گئی۔

آج بھی ہر طرف سے اسلام کے نعرے لگتے ہیں کہ اسے جاری کر دیں گے۔ جاری تو کرتے نہیں البتہ جھاڑو کر دینا چاہتے ہیں۔ تو حضرت عمرؓ نے یہ نہیں فرمایا کہ میری سلطنت اور خلافت کی حفاظت کی جائے بلکہ اعلان کیا کہ ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین۔ میری جان ومال اور عبادت، زندگانی اور موت سب اللہ رب العالمین کے لئے ہے۔ حضورؐ خاتم النبیین تھے فکر لگی تھی کہ میری امت پر دولت عیاشی فحاشی، حکومتوں اور ازموں کے فتنے آئیں گے۔ حفاظت کی کیا صورت ہوگی تو اللہ نے انتظام فرمایا کہ اس دین کی حفاظت کے لئے ہر صدی میں مجدد آتے رہیں گے۔ تو پہلے مجدد عمر بن عبدالعزیزؒ اور آخری حضرت امام مہدیؑ ہوں گے۔ اور درمیان میں بھی مسلسل دین کی خدمت کرنے والے پیدا ہوں گے جو دین کی خدمت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول اور فعل اور ان کے تمام اطوار اور طریقوں کو لوگوں کے سامنے پیش کرتے رہیں گے۔ اگر ایک سنت بھی کسی کی جدوجہد سے زندہ اور نافذ ہو جائے تو خدا کی قسم ہمارے لئے دنیا اور آخرت میں اس سے بڑھ کر کوئی کامیابی نہ ہوگی۔ ہر نبی کی سنت میں دنیا اور آخرت کی برکات ہوتی ہیں۔ قرآن کریم میں حضرت موسیٰؑ، فرعون اور جادوگروں سے مناظرہ کا واقعہ مذکور ہے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ جادوگروں نے مناظرہ کیلئے فرعون سے حضرت موسیٰ اور ہارون جیسا لباس فراہم کرنے کی خواہش ظاہر کی فرعون نے فوراً انتظام کر دیا اب ایک تو ان ساحروں نے حضرت موسیٰ کو ادب واحترام کی بناء پر اپنا معجزہ پہلے دکھانے کی دعوت دی اور دوسرے انبیاء کے لباس کو پہنا۔ حضرت موسیٰ کے معجزہ کے سامنے سب بے بس ہو گئے۔ وہ صاحب فن تھے سمجھ گئے کہ یہ سحر اور جادو نہیں، بلکہ یہ لاٹھی تو خدا اور قدرت کی نشانی ہے۔ اور سب حضرت موسیٰ پر ایمان لے آئے۔ فرعون نے بڑا دھمکایا کہ میری اجازت کے بغیر ایسا کیوں کیا۔ میں تو تمہیں مقرب بنانا چاہتا تھا، اب سولی پر چڑھاؤں گا مگر وہ نہ مانے اور ایسا پختہ ایمان تھا کہ سولی پر چڑھے مگر ایمان نہ چھوڑا۔ تو یہ تاثیر تھی اس ظاہری ہئیت اور صورت کی جو انہوں نے اللہ کے برگزیدہ نبیوں کے لباس کی شکل میں اپنائی۔ حضرت موسیٰؑ نے چاہا تھا کہ فرعون ایمان لائے تو ساری رعایا اسلام لے آئے گی۔ الناس علی دین ملوکھم۔ رعایا کی خرابی اور بھلائی کی ذمہ داری حکومت پر پڑتی ہے۔ وہ تو ایمان نہ لایا اور ساحر ایمان لے آئے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ فرعون نے غرور اور تکبر کا رویہ اختیار کیا اور ساحروں نے آپ کے لباس میں مشابہت اختیار کی اور ادب کا معاملہ کیا کہ آپ کو پہلے دعوت دی اللہ کی غیرت نے گوارا نہ کیا کہ میرے نبی کے لباس کی مشابہت کرنے والوں کو دولتِ ایمان سے محروم رکھوں۔
تو حضورؐ کی ذرا سی مشابہت اور اتباع کا بھی یہ نتیجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو محبوب بنا لیتا ہے۔ اللہ نے حضورؐ کے ذریعہ اعلان کروایا: قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ اگر تم اللہ سے محبت کرنا چاہو تو حضورؐ کی اتباع کرو اسطرح اللہ خود تم سے محبت کرنے لگے گا۔ محبّ کے محبوب بن جاؤ گے۔ اگر تمہیں کسی بچے سے محبت ہو اور وہ گم ہو جائے یا فوت ہو جائے تو جو بچہ عادات اور اطوار اور رنگ ڈھنگ میں اس سے مشابہ ہو۔ اس سے بھی والدین محبت کرنے لگتے ہیں۔ اور دل میں محبت کے جذبات موجزن ہوتے ہیں [illegible] میں لیتے ہیں کہ یہ میرے بچے جیسا بچہ ہے۔ تو انبیاء جو اللہ کے محبوب ہیں اگر ان جیسی زندگی اختیار کر لو گے تو اللہ کے محبوب بن جاؤ گے اور تمہاری ایسی حرکات اور گناہوں کو بھی معاف کر دے گا جو محبت نہ ہونے کی صورت میں قابلِ معافی نہ تھے۔ اور دیکھو بچے سے والدین کو محبت ہوتی ہے تو کبھی وہ ڈاڑھی میں ہاتھ ڈالتا ہے اور کبھی کیا کرتا ہے مگر والد کو غصہ کی بجائے پیار آتا ہے ورنہ کوئی اور ایسی حرکت کرتا تو اسے سخت سزا ملتی۔ اس طرح جب اللہ کی محبت حضورؐ کے اتباع کی برکت سے حاصل ہو جائے گی تو وہ ہمارے سارے گناہ اور زیادتیوں کو بھی بخش دے گا۔ ویغفر لکم ذنوبکم۔ پھر اللہ کی رضامندی کے لئے نبی کی سیرت اور سنت کو اسوہ بنانا کیوں ضروری ہے۔ اس لئے کہ جسطرح انسانی جسم کی بصارت کیلئے آنکھ کی ضرورت ہے مگر آنکھوں سے فائدہ تب ہوگا کہ چاند سورج چراغ بجلی کی بیرونی روشنی بھی ہو اگر اس وقت یہ بجلی فیل ہو جائے تو آنکھیں بے کار ہوں گی، اور ہم ٹکریں مارتے پھریں گے۔ یا کسی تباہی کے گڑھے میں گر جائیں گے۔

اسی طرح اللہ نے انسان کو عقل دی، روح دی، فکر اور غور کا مادہ دیا۔ فراست دی مگر یہ ساری قوتیں تب کارآمد ہوتی ہیں کہ ان کے ساتھ خارجی روشنی شامل ہو جائے اور اس روشنی کا نام ہے نورِ نبوت، نورِ وحی، نورِ رسالت۔ اگر وہ روشنی سامنے نہ ہو اور انسانی عقل چاہے افلاطون فیثاغورث اور ارسطو کی کیوں نہ ہو، ساری عقل اور فلسفہ اور سائنس بے کار ہو گی۔ اور نتیجہ ہلاکت اور بربادی کے گڑھوں میں گر کر ابدی تباہی ہو گا۔ صحیح راستہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تب دکھائی دے گا، جب ہمارے قلوب اُن انوار سے منوّر ہوں۔ جو مشکوٰۃ نبوت سے نکل رہی ہیں۔ اور یہ روشنی تب نصیب ہوگی جب ہم اپنا رابطہ اور تعلق حضورؐ کی ذات سے قائم کرلیں اور جسطرح بلب کی روشنی کے لیئے دو تاروں کی ضرورت ہے اگر وہ پاور ہاؤس سے منسلک ہیں تو یہ بجلی روشن ہے صرف ایک تار سے کام نہیں چلتا۔

—— تو ہمارے دلوں کا پاور ہاؤس مدینہ منوّرہ کے گنبد خضرا میں رحمۃ للعالمین سرورکائنات کی ذات ہے اُس سے رابطہ قائم کریں تب دل روشن ہوں گے۔ اور اس کے لیئے بھی دو تاروں کی ضرورت ہے، ایک تار محبت کا ہے اور دوسرا طاعت کا ہے۔ نری محبت سے بھی کام نہیں چلتا اور محض قانونی طاعت سے بھی طاعت اور محبت دونوں لازم ہیں۔ محبت ایسی جو ماں باپ اور اولاد اپنی جان ومال اور ساری مخلوق سے بڑھ کر ہو۔ ایسی محبت جس میں ہم اپنی مال وجان، عزت وآبرو سب کچھ قربان کرسکیں اور طاعت بھی ایسی جو محبت پر کنٹرول رکھ سکے۔ اور اگر محبوب کا حکم ہو تو ہم سب کچھ اُس کے حکم کی تعمیل میں قربان کرسکیں۔ جو لوگ صرف محبت کے دعویدار ہیں اور طاعت سے آزاد، ان کے دلوں کا ایک تار بھی فیوز ہو چکا ہے اور محبت سے کورہی تابعداری کا بھی۔ اس لیئے اعتدال قائم نہیں رہتا اور منصب نبوت ورسالت کا لحاظ بھی نہیں رکھا جاسکتا۔

صحابہؓ سے حضورؐ کو محبت ایسی تھی جسکی نظیر تاریخ پیش نہیں کرسکتی ابوبکرؓ نے محبت میں کیا کچھ نہیں دکھایا۔ غارِ حراء کی ایک رات کی قربانی ساری امت پر بھاری ہے اور طاعت ایسی کہ حضرت   نے بدر کے موقع پر حضورؐ سے کہا کہ ہم بنی اسرائیل کی طرح آپ سے یہ نہیں کہیں گے کہ آپ اور آپ کا رب جاکر لڑیں بلکہ اگر آپ ہمیں آگ اور سمندروں میں کودنے کا حکم دیں گے تو ہم بے دریغ کود پڑیں گے۔

اس وقت ہماری قوم ایک اہم اور نازک موڑ پر ہے۔ اگر ہم نے اس مرحلہ پر بھی حضورؐ کی سیرت مطہرہ کو اپنا اسوہ بنایا اور ہر شخص نے خواہ رعایا میں سے ہو یا حکام میں سے، اپنی ذمہ داریوں کا احساس اور اللہ کے ہاں محاسبہ کا شعور پیدا کیا۔ تو انشاء اللہ ہم سب اس امتحان سے سرخرو ہوکر نکل سکیں گے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

★

© rasailojaraid.com